IAF

Bef
onsi
dis

مسلمانانِ سلف اور جمع و مطالعۂ کتب کا شوق

قاضی احمد میاں اختر جوناگڑھی

محترم حضرات !

مسلمانانِ سلف کی علمی خدمات، اور کتابوں کی نسخ و کتابت اور نشر و اشاعت کی سرگرم کوششوں کے موضوع پر ایک سلسلۂ مضامین میرے پیش نظر رہا ہے جس میں سے دو ایک مضامین اب تک شائع ہو چکے ہیں، سنہ ۳۳ء کی اورینٹل کانفرنس کے اجلاس ہفتم میں فن وراقت پر ایک مقالہ پیش کیا گیا تھا وہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی تھی، اسی طرح موجودہ مقالہ بھی اسی موضوع سے متعلق ہے۔ اور بھی بعض اہم چیزیں اس موضوع سے تعلق رکھتی ہیں جن کا بیک وقت احاطہ کرنا دشوار ہے: تاہم میں خیال کرتا ہوں کہ اگر یہ سلسلہ جاری رہا اور جستہ جستہ اس پر لکھتے رہنے کا موقعہ ملا تو فرزندان اسلام کی علمی کوششوں کی تفصیلات ہمارے سامنے آجائینگی۔

میں نے اپنے اس مقالہ میں چند امور پر روشنی ڈالی ہے جو حسب ذیل ہیں :-

۱- عہدِ اسلام میں تدوین و تالیف کتب ،

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کے واسطے انہوں نے اپنے گھر بار اور وطن مالوف کو خیر باد کہا اور اپنی تمام عمر اسی کے پیچھے فنا کر دی۔ پیروانِ اسلام کے اس علمی شغف اور طلب علم کے لئے اپنے تئیں وقف کر دینے کی مثال تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔ ہمارے اس دعوے کے ثبوت میں اسلامی تاریخ و سیر اور انساب و رجال کے ضخیم دفتر کھلی ہوئی شہادت دے رہے ہیں۔ بہر حال طلب علم کا یہی جذبہ تھا جس نے نہ صرف عربوں کو بلکہ ان تمام قوموں کو جنہوں نے مذہب اسلام قبول کیا، کتابوں کا ایسا گرویدہ بنا دیا کہ وہ کتابیں پڑھنے، جمع کرنے اور لکھنے میں اپنی زندگی کا بہترین حصہ صرف کرنے لگے۔ جب ہم ادب اور تاریخ کی کتابوں میں مسلمانان سلف کے ذوق علمی اور محبت کتب کے حالات پڑھتے ہیں تو عش عش کرتے ہیں اور ہمیں ان شیدایان علم کے کارنامے حیرت اور استعجاب میں ڈال دیتے ہیں۔ کتابوں کی فضیلت سے متعلق عربی ادب کی کتابوں میں متعدد اقوال و اشعار موجود[۱] ہیں جن کو نقل کرنا طوالت سے خالی نہیں ہے اس لئے ہم سب سے پہلے اسلام میں تصنیف کتب کے آغاز کو بیان کرتے ہیں۔

۱۔ کتاب الفہرست ص۱۶۔ ص۲۱ مصر، عقد الفرید ج ۱ ص۲۶۴، مقریزی ج ۲ ص۱۶۵-۱۶۶ الغزی ص۱۳۲

عہدِ اسلام میں تدوین و تالیف کتب کا آغاز

اسلام میں تالیف کتب سے پہلے اہلِ عرب لفظ "کتاب" سے کیا مراد لیتے تھے؟ کتاب کے معنی قرآن مجید میں مختلف طور پر آئے ہیں، لیکن اس کا استعمال زیادہ تر قرآن مجید کے لئے ہوا ہے۔ عربوں کی قدیم اصطلاح میں کتاب کے معنی صرف "تحریر" کے تھے اور عام طور پر خط کو بھی کتاب کہا کرتے تھے۔ لفظ "کتاب" کو اصل کتاب کے معنوں میں قدیم شعراء عرب نے اپنے اشعار میں استعمال کیا ہے۔ عہدِ جاہلیت کا شاعر طُفیل الغَنوی اپنے ایک شعر میں کہتا ہے :-

أأجرمَ أم جَنَى أم لم تخطُّوا   لهُ أمنًا فيوحنُ في الكتابِ[1]

(آیا اس نے کوئی جرم کیا تھا یا خیانت کی تھی؟ کیا تم نے اُسے ایک امان نامہ ایک کتاب میں نہیں لکھ دیا؟)

اسلام میں سب سے پہلے جو چیز کتاب کی صورت میں مدون ہوئی وہ یقیناً کتاب اللہ ہے۔ اس کے بعد ہی قصائد اور احادیث کی کتابیں مدوّن ہوئیں۔ چنانچہ فاضل مستشرق کرینکو (KRENKOW) لکھتے ہیں :-

"میں مانتا ہوں کہ قرآن مجید کے کتابی صورت میں آنے کے ساتھ ہی کچھ عرصہ کے بعد قصائد وغیرہ لکھے گئے، قبل اس کے کہ دوسری کتابیں کاغذ یا چمڑے پر لکھی گئیں۔ اور یہ کہنا تو بہت مشکل ہے کہ عربی کی کون سی کتاب اس صورت میں پہلے لکھی گئی[2]"

[1] دیوان طفیل الغنوی ص ۵۴ نمبر ۱۰ (گب میموریل)   [2] انسائیکلو پیڈیا آف اسلام ج ۲ ص ۱۰۴۵

[illegible]

بن قدامہ (۶۲۰ھ) کی کتابوں کتاب السنن، کتاب القرآت، کتاب التفسیر، کتاب الزھد اور کتاب المناقب کا ذکر کیا ہے[۱]۔ اسی طرح پہلی صدی ہجری کے اختتام سے پہلے مخضرم شاعر لبید کے دیوان کے نسخے لکھے ہوئے موجود تھے، جیسا کہ فرزدق کے اس شعر سے ثابت ہوتا ہے:۔

والجعفریُّ وکان بِشرٌ قبله　　لی من قصائده الکتاب المُجمَلُ[۲]

[اور وہ جعفری (یعنی لبید ابن ربیعہ) جس کے پہلے بشر بن ابی حازم الاسدی گزرا ہے، میرے پاس اس کے قصائد کی ایک مختصر کتاب موجود ہے]

لیکن علوم کی تدوین جس سے مراد اخبار و آثار کو کتابت میں منضبط کر دینا ہے، اس سے بھی پہلے شروع ہو چکی تھی۔ بلکہ ایک طرح سے دیکھا جائے تو قبل از اسلام بھی موجود تھی جو متمدن شہروں مثل یمن، حیرہ، اور حجاز کے بعض شہروں میں رائج تھی۔ حمیریوں نے اپنے اخبار و حوادث کی تدوین کی تھی اور ان کو پتھروں پر منقوش کر دیا تھا، جیسا کہ اکتشافات اثریہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سُوَید بن صامت کے پاس صحیفۂ لقمان دیکھا تھا جس میں حِکَم لقمان درج تھے[۳]۔ اس اعتبار سے تدوین بہت پہلے شروع ہو چکی تھی جس کو تالیف و تصنیف کا پیش خیمہ سمجھنا چاہیئے۔ اسی عہد میں حدیث کے ساتھ ساتھ فن سیرۃ میں بھی کتابیں تالیف ہونے لگی تھیں۔ سب سے پہلے مدینہ کے نامور فقیہہ اور محدث حضرت عروہ بن زبیر بن العوام (المتوفی ۹۴ھ) نے سیرۃ میں ایک کتاب لکھی، اسی طرح ابان بن عثمان بن عفان (م ۱۰۵ھ) کے شاگرد عبدالرحمٰن بن مغیرہ (م قبل ۱۲۵ھ) نے ان کے لئے سیرۃ میں ایک کتاب تالیف

۱۔ الفہرست ص ۳۱۶ مصر،
۲۔ نقائض جریر و فرزدق جلد اول ص ۲۰۱ مرتبہ بیون مطبوعۂ لندن،
۳۔ ابن ہشام ۲ / ۱ ص ۲۶۵-۲۶۶ بہامش روض الانف للسہیلی۔

کی تھی۔ اُن کے بعد وہب بن مُنبّہ (۳۴ھ - ۱۱۰ھ)، ابن شہاب زہری (۵۱ھ - ۱۲۴ھ) اور موسیٰ بن عقبہ (م ۱۴۱ھ) نے مغازی یعنی غزوات نبوی کے حالات میں کتابیں لکھی تھیں[1] جن میں سے آخرالذکر کی کتاب کا ایک ٹکڑا ۱۹۰۴ء میں چھپ چکا ہے[2]۔

اسی زمانہ (قرن اول) میں عبید بن شریۃ الجرہمی نے جو حضرت معاویہ کا ہمعصر تھا اور جس نے آنحضرت صلعم کا زمانہ بھی پایا تھا، حضرت معاویہ کے بلانے پر صنعار (یمن) سے آیا تھا، اور عرب و عجم کے قدیم بادشاہوں کے حالات، زبانوں کے اختلاف اور مختلف شہروں میں قوموں کے بسنے اور پھیل جانے کی نسبت معاویہ نے اس سے سوالات کئے تھے، جن کے جوابات عبید نے دئے چنانچہ ان کو مدون کر لیا گیا۔ اس کی تصنیف سے کتاب الامثال، کتاب الملوک و اخبار الماضیین ہیں[3]۔ حضرت معاویہ ہی کے زمانہ میں صُحار العبدی نامی ایک خارجی تھا۔ جو بڑا لکھار اور نسّاب تھا۔ وہ آنحضرت صلعم سے دو تین حدیثیں بھی روایت کرتا تھا۔ اسکی تصنیف سے کتاب الامثال ہے[4]۔

قرن اول میں تدوین و تالیف کتب کا ثبوت اس بات سے بھی ملتا ہے کہ ابن الندیم نے بغداد (جدید) کے ایک شخص محمد بن حسین معروف بہ ابن ابی بعرہ کے ہیئل کتبخانہ میں نحو اور ادب کی قدیم کتابیں دیکھی تھیں۔ اس میں ایک صندوق بھی تھا جس میں تقریباً تین سَو رطل وزن کی کتابیں، سکّے، کاغذات، اور چمڑے کے اوراق تھے جن پر اہل عرب کے قصائد کے مفرد اشعار کچھ نحو کے متعلق اور حکایات و اخبار، اسمار و انساب وغیرہ علوم عرب لکھے ہوئے تھے۔ اس میں ہر ورق پر علماء کے خط میں توقیعات لکھی ہوئی تھیں۔ ایک قرآن مجید حضرت علی کے شاگرد خالد بن ابی الہیاج کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا۔ ان میں امامین حسن و حسینؓ کے ہاتھوں کی تحریریں

[1] کشف الظنون ج ۲ ص ۴۲۷ - ص ۴۲۸
[2] معجم المطبوعات ج ۲ ص ۱۸۱۶ [3] الفہرست ص ۱۳۲
[4] الفہرست ص ۱۳۲

تھیں اور حضرت علیؓ کے نیز دیگر صحابہ کے خط میں امانات اور عہود کے دستاویز بھی تھے، نیز علماء نحو و لغت کی تحریریں بھی تھیں، مثلاً ابو عَمرو بن العلاء اور ابو عَمرو الشیبانی وغیرہ۔ اسی میں ابن الندیم کو اس بات کا ثبوت بھی ملا کہ فن نحو کا واضع ابو الاسود الدؤلی ہے، کیونکہ چینی کاغذ کے چار ورق رسالہ پر یہ لکھا ہوا تھا کہ "اس میں فاعل اور مفعول کا ذکر ہے۔ از ابو الاسود رحمۃ اللہ علیہ بخط یحییٰ بن عمر"[۵۱]، ابو الاسود نے ۶۹ھ میں وفات پائی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ پہلی صدی میں کتابیں لکھنے کی ابتدا ہو چکی تھی۔ اس کے بعد جوں جوں فتوحات اسلامی کا دائرہ وسیع ہوتا گیا اور متمدن اقوام اسلام کی حلقہ بگوش ہوتی رہیں تمدنی ضروریات اور اس کی پیداوار میں ترقی ہوتی گئی چنانچہ اس کے ساتھ تصنیف کتب نے اتنی ترقی کی کہ کتابوں کی کثرت کی وجہ سے جابجا عظیم الشان کتب خانے قائم ہو گئے۔ پہلی صدی ہجری کے اخیر اور دوسری صدی کے وسط میں کتابوں کی کثرت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ابو عمرو بن العلاء (۷۰ھ۔ ۱۵۶ھ) جو قرّاء سبعہ میں سے ایک اور حضرت علی کے بعد سے طبقۂ چہارم میں نحو کے امام تھے ان کی نسبت ابن خلکان کا بیان ہے کہ انہوں نے فصحاء عرب کی زبانی جو کتابیں لکھی تھیں وہ اتنی تھیں کہ ان کا مکان چھت تک بھر گیا[۵۲]۔ اسی طرح امام ابن شہاب زہری (م [illegible]ھ) جو کثیر التصانیف تھے ان کی کئی کتابیں موجود تھیں، چنانچہ ابن سعد کا بیان ہے کہ عبدالرزاق نے مَعمر کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ اب تک وہ اپنے تئیں زہری سے بڑھ کر کثیر التصانیف سمجھ رہے تھے، مگر جب ولید قتل ہوا اور اس کے خزانوں اور دفتروں کو جانوروں پر لاد کر لے گئے تو کہا گیا کہ یہ سب زہری کی تصانیف ہیں[۵۳]۔

۵۱۔ الفہرست ص ۶۱
۵۲۔ ابن خلکان ج ص ۳۸۶
۵۳۔ طبقات ابن سعد جزء ۲ قسم ۲ ص ۱۳۶

[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

خاقان وزیر المتوکل کا کتب خانہ کثرت کتب کے لحاظ سے اس قدر زبردست اور شاندار تھا کہ فصحائے عرب اور علمائے بصرہ و کوفہ اس سے مستفید ہونے کے لئے بغداد جایا کرتے تھے۔ ابو ہفان کہتے ہیں کہ میں نے جاحظ، فتح ابن خاقان اور قاضی اسمٰعیل بن اسحٰق سے بڑھ کر کسی کو کتابوں کا دلدادہ نہیں پایا[1]۔ ابو نصر سابور بن اردشیر وزیر بہاء الدولہ بویہی نے کرخ بغداد کے محلہ بین السورین میں ایک کتبخانہ قائم کرکے وقف کیا تھا۔ اس کی نسبت یاقوت حموی کا بیان ہے کہ لم یکن فی الدنیا احسن منہا کانت کلّہا بخطوط ائمۃ معتبرۃ و اصولہم المحرّرۃ[2] (یعنی دنیا میں اس سے بہتر کتبخانہ نہ ہوگا اس کی تمام کتابیں معتبر ائمہ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی تھیں)۔ فرمانروائے حماۃ (شام)، مشہور مؤرخ ابو الفداء (المتوفی ۷۳۲ھ) کے کتب خانہ میں کئی نفیس کتابیں مختلف علوم و فنون کی تھیں اور ان کے پاس تقریباً دو سو علماء، فقہاء، ادباء اور کاتب ملازم تھے[3]۔ صلاح الدین ایوبی کے بیٹے ملک الناصر (۶۰۳ھ۔۶۵۶ھ) کو کتابیں جمع کرنے کا خاص شوق تھا اور اس نے نفیس ترین کتابیں حاصل کی تھیں[4]۔ امیر ابو الفوارس عضد الدین جو قلعہ شیزر (حماۃ۔ شام) کے خاندان رؤسا میں سے تھے ان کی نسبت یاقوت کا بیان ہے کہ وہ بہت بڑے کتابیں جمع کرنے والے تھے۔ ۶۱۲ھ میں جب یاقوت ان کے پاس پہنچے ہیں تو انہوں نے کئی کتابیں خریدیں اور بیان کیا کہ اُن کے پاس اتنی کتابیں ہیں کہ جن کی صحیح تعداد کا ان کو علم نہیں ہے۔ اپنی مصیبت کے زمانہ میں انہوں نے چار ہزار کتابیں فروخت کر دیں پھر بھی ان کتابوں میں کچھ زیادہ فرق نہیں آیا[5]۔ مشہور وزیر ابن العلقمی (مؤید الدین ابو طالب محمد بن احمد المتوفی ۶۵۶ھ) نے بکثرت نفیس کتابیں جمع کی تھیں۔ خود بھی بڑے عالم و فاضل اور خوشنویس تھے۔ ان کے صاحبزادہ

---

[1] - فوات الوفیات لشاکر الکتبی ج ۲ ص ۱۲۳، کتاب الفہرست ص ۱۶۹ طبع مصر
[2] - معجم البلدان ج ۲ ص ۳۴۲ + [3] - فوات ج ۲ ص ۲۵۲ + [4] ایضاً ج ۱ ص ۱۵۶
[5] - معجم الادباء ج ۲ ص ۱۹۶ +

[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

کرہے۔ وہاں لوگوں کو کتابیں جمع کرنے اور کتب خانے قائم کرنے کا بیحد شوق تھا اور اس کو وہ امارت و ریاست کی علامت خیال کرتے تھے، حتی کہ وہاں کے رؤسا میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جس کے ہاں کتبخانہ نہ ہو، اور اگر کسی کے کتبخانہ میں کوئی کتاب کسی خاص کاتب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہوتی تو اس پر فخر کیا جاتا تھا۔ نادر و نایاب کتابیں حاصل کرنے کے لئے بڑی بڑی قیمتیں دی جاتی تھیں[1]

اندلس کے اموی فرمانروا الحکم ثانی کے جمع کتب اور کتب خانہ کا حال عام طور سے تاریخوں میں منقول ہے اور اس لئے محتاج بیان نہیں ہے۔ کتابیں جمع کرنے کا شوق جیسا کہ اس کو تھا مشرق کے ارباب دول میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس کے ایجنٹ مختلف دیار و امصار میں کتابوں کی تلاش و تجسس میں پھرا کرتے تھے، اکثر مصنفین اس کی شہرت سن کر اپنی کتابیں اپنے ہاتھ سے لکھ کر اس کو بھیجا کرتے تھے، اور معقول معاوضہ پاتے تھے، ابوالفرج اصفہانی کے کتاب الاغانی لکھ کر بھیجنے اور صلہ پانے کا واقعہ مشہور ہے، اسی طرح قاضی ابوبکر مالکی نے مختصر ابن عبدالحکیم کی شرح لکھ کر اس کو بھیجی تھی۔[2] بطلیوس (اندلس) کا حکمران مظفر بن الأفطس بڑا وسیع المعلومات ادیب تھا اور اہل علم سے بہت محبت رکھتا تھا۔ اس نے بکثرت کتابیں جمع کی تھیں اور ایک مہتم بالشان کتب خانہ قائم کیا تھا۔[3] اسی طرح مریہ کے فرمانروا زہیر الصقلی کے وزیر ابوجعفر احمد بن عباس جو ادب اور فقہ کے عالم اور خوشنویس کاتب تھے انہوں نے جو کتابیں جمع کی تھیں ان کی تعداد چار لاکھ تک پہنچ گئی تھی، اور متفرق ٹوٹی پھوٹی کتابوں کے ان کے پاس جو دفاتر تھے ان کا تو کوئی شمار ہی نہ تھا۔[4]

کتابیں جمع کرنے کا شوق کچھ امراء اور اہل دول تک ہی محدود نہ تھا بلکہ اس مشغلہ میں خواص

[1] نفح الطیب ج ۱ ص ۲۱۵ مصر، [2] ایضاً ج ۱ ص ۱۸۰
[3] التکملہ لکتاب الصلہ لابن الابار ج ۱ ص ۱۲۸، [4] مقری ج ۲ ص ۳۰۸،

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

ان کتابوں کی تعداد چار لاکھ تک پہنچ گئی۔[1]

اس سلسلہ میں ایک عاشقِ کتب کا ایک دردناک چشم دید واقعہ یاقوت نے بیان کیا ہے جو خاص طور سے قابلِ ذکر ہے۔ ابن حمدون (۴۹۵ھ - ۵۶۲ھ) کے حالات میں یاقوت رقمطراز ہے کہ وہ ایک مشہور ادیب اور کتابوں کا عاشق تھا۔ کتابیں خریدنے اور جمع کرنے کے پیچھے لگا رہتا تھا۔ وہ شفاخانۂ عضدی کا ناظر (سپرنٹنڈنٹ) تھا جب اس عہدہ سے معزول کردیا گیا تو اپنی کتابیں نکال نکال کر بیچنے لگا اور اس کی آنکھیں اس طرح اشکبار رہتیں کہ گویا اپنے اعزّہ اور مخلص دوستوں کو رنج کے ساتھ جدا کر رہا ہے۔ یاقوت سے اس نے کہا کہ یہ میری عمر کے پچاس سال کا نتیجہ ہے جو میں نے اس کے جمع کرنے میں صرف کئے ہیں۔ اب اگر بالفرض مال و دولت حاصل بھی ہوجائے اور زندگی بھی وفا کرے تاہم پھر ان کے جمع کرنے سے مجھے کچھ حاصل نہ ہوگا سوائے اس فراق کے کہ جس کے بعد پھر دوبارہ ملنے کی امید نہیں ہے۔[2]

[1] - ابن خلکان ج ۲ صـ ۱۴۹،
[2] - معجم الادبار ج ۳ صـ ۲۰۹،

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(MAKE DEED)

(DEPOSIT)

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اہل علم آیا کرتے تھے[۱]، اسی طرح اسی شہر کے ایک رئیس شاعر اور ادیب جعفر بن محمد بن حمدان (سنہ ۲۴۰ھ - سنہ ۳۲۳ھ) کا ایک کتبخانہ تھا جو ہر طالب علم کے لئے وقف تھا۔ اور اس میں داخل ہونے اور کتابیں پڑھنے کی عام اجازت تھی۔ بلکہ جب کوئی مسافر تحصیل علم کے لئے آتا اور تنگدست ہوتا تو اس کو کھانا اور کتابیں بھی دی جاتی تھیں[۲]۔ ان میں بعض اہل علم ایسے فیاض بھی تھے کہ جب کبھی کوئی سائل ان کے سامنے آجاتا اور اس کو دینے کے لئے کوئی چیز پاس نہ ہوتی تو اپنی قیمتی کتابیں اس کو دے بیٹھتے تھے، چنانچہ بغداد کے مشہور لغوی اور نحوی اور وہاں کے کتبخانہ کے ناظم ابو احمد عبد السلام کے متعلق ابن الانباری کا بیان ہے کہ وہ ایسا ہی کیا کرتے تھے[۳]

لیکن بعض کتبخانے ایسے بھی تھے جہاں اہل وجاہت کے سوا دوسروں کو داخل ہونے کی اجازت نہ تھی۔ مثلاً شیراز میں عضد الدولہ کے کتبخانہ میں جو حسن انتظام، ترتیب اور عمارت کے اعتبار سے بہت شاندار اور اپنی طرز کا واحد کتبخانہ تھا[۴]،

بعض اوقات وقف کتبخانوں میں سے لوگ کتابیں اٹھا لے جاتے تھے اور کوئی روکتا نہ تھا، چنانچہ محمد بن ابی السعادات خراسانی (المتوفی سنہ ۵۸۴ھ) جو فقیہ، ادیب اور شرح مقامات حریری (۵ جلد) کے مصنف تھے، حلب کی جامع مسجد میں فروکش ہوئے اور اس کے وقف کتبخانہ میں بیٹھ کر ان کا جی چاہا اتنی کتابیں لے کر چلتے بنے اور کسی نے تعرض نہیں کیا[۵]۔

غرضکہ تحصیل کتب اور مطالعہ کے لئے ہر جگہ پر سہولتیں تھیں اور کسی کتبخانہ میں کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔ اور اکثر تشنگان علم ان علمی سرچشموں سے اپنی پیاس بجھایا کرتے تھے۔ ان حالات میں مطالعۂ کتب کا شوق اس قدر بڑھ گیا تھا کہ ارباب علم اپنے اہم سے اہم کاموں اور فرائض

[۱] تاریخ الحکما للقفطی ص۲۳۳ طبع جرمنی، [۲] معجم الادباء ج ۲ ص۴۱۹،
[۳] طبقات الادباء ص۴۱۲ طبع مصر، [۴] احسن التقاسیم ص۴۴۹، [۵] ابن خلکان ج ۱ ص۵۲

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بعض اربابِ علم کو مطالعۂ کتب کا اس قدر شوق تھا کہ وہ حالتِ سفر میں بھی اپنا کتب خانہ ساتھ لئے پھرتے تھے۔ چنانچہ بُویہی وزیر صاحب اسمٰعیل بن عباد کی نسبت مشہور ہے کہ وہ حالتِ سفر میں اپنے ساتھ چار سو اونٹوں کا بوجھ کتابیں ہر وقت ساتھ رکھتا تھا۔ ایک مرتبہ امیر نُوح بن منصور سامانی والئ خراسان نے اس کو وزارت کے لئے طلب کیا۔ مگر انہوں نے کئی عذر پیش کئے، منجملہ ان کے ایک عذر یہ بھی تھا کہ میرے پاس اتنا بڑا کتب خانہ ہے جو چار سو اونٹوں پر لادا جا سکتا ہے اور اتنا بوجھ اٹھوا کر میں وہاں آنے سے معذور ہوں[۵۱]۔

اسی طرح اصمعی کی زبانی ابو الفرج اصفہانی بیان کرتا ہے کہ میں نے ابراہیم موصلی سے جبکہ وہ ہارون الرشید کے ساتھ مقام رُحبہ کو گیا ہوا تھا، دریافت کیا کہ تمہارے ساتھ سفر میں کتنی کتابیں ہوں گی، اُس نے جواب دیا کہ فقط اٹھارہ صندوق ہیں۔ میں نے کہا کیا اس سے بھی زیادہ رکھنے کا ارادہ تھا؛ موصلی نے کہا کہ اگر بوجھ زیادہ ہو جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں اس سے کئی گُنا زیادہ کتابیں اپنے ساتھ لیتا[۵۲]۔ عربی لغت کی مشہور کتاب قاموس کے مصنف محمد بن یعقوب الشیرازی فیروزآبادی (المتوفی سنہ ۸۱۷ھ) کتابوں کا ایک بڑا بوجھ ساتھ لئے بغیر سفر نہیں کرتے تھے، اثنائے سفر میں جہاں کہیں منزل کرتے وہاں کتابیں نکال کر مطالعہ کرتے۔ پھر جب روانہ ہوتے تو سمیٹ کر رکھ دیتے، اور جب تنگدست ہو جاتے تو ان کو بیچ دیتے[۵۳]،

بعض اہلِ علم نے باوجود تموّل اور خوش حالی کے عمر بھر شادی نہیں کی نہ گھر بنایا مثلاً قاضی اکرم قفطی وزیر حلب کہ انہوں نے اپنی تمام زندگی مطالعۂ کتب اور تصنیف و تالیف کے لئے وقف کر دی تھی۔ جب وفات کا وقت قریب آیا تو سلطان الناصر فرمانروائے حلب کو تمام کتابوں کے لئے وصیت کر گئے جن کی قیمت پچاس ہزار تھی[۵۴]۔ یہی حالت مشہور جغرافیہ نویس، سیاح اور کتب فروش

۵۱۔ معجم الادباء ج ۲ ص ۳۱۵،
۵۲۔ الاغانی تذکرۂ موصلی
۵۳۔ بغیۃ الوعاۃ ص ۱۱۷،
۵۴۔ فوات الوفیات ج ۲ ص ۹۵،

[illegible]

(READER)

[illegible]

چھٹی صدی کے بزرگ تھے جو کتابوں کے بکثرت جمع کرنے والے تھے ۔ علامہ یاقوت حموی سے ایک دن انہوں نے فرمایا کہ میں نے لوگوں کو کتابیں مستعار دینے میں کبھی بخل نہیں کیا اور نہ اُن پر کوئی ضمانت لی ۔ اس کے باوجود مجھے یاد نہیں پڑتا کہ کوئی کتاب اس طرح دی ہوئی آج تک گم ہوئی ہو۔[1] سچ ہے اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ

آج کل کتب فروشوں کا یہ طریقہ ہے کہ وہ کتابیں پڑھنے والوں کو اُجرت پر کتابیں دیا کرتے ہیں ۔ لیکن اگلے زمانہ کے وراق (جن کو موجودہ اصطلاح میں کتب فروش سمجھنا چاہئے) کتابیں مفت دیا کرتے تھے ۔ چنانچہ اس کی متعدد مثالیں پائی جاتی ہیں ۔ مشہور شاعر ابن الرومی ابوبکر السراج نامی وراق سے کتابیں مستعار لایا کرتے تھے ۔ ایک دن اس نے تقاضا کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر اس کا کوئی خریدار ہو تو جلدی سے دے دوں ورنہ اپنے پاس رکھوں۔[2]

ابو حیان اندلسی کی نسبت کہا جاتا ہے کہ انہوں نے کبھی کتابیں نہیں خریدیں ۔ اس لئے نہیں کہ ان کو ضرورت نہ تھی بلکہ جو کتابیں وہ چاہتے تھے کتب خانوں سے مستعار لے آیا کرتے تھے۔[3]

---

۱ ۔ معجم الادباء ج ۳ ص ۲۱۰ ،
۲ ۔ رسالۃ الغفران للمعری ص ۱۶۱ ،
۳ ۔ تاریخ ادب العرب از ہیوآر ص ۳۴۱ ،